سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۱۸

شہیدِ کربلا

(پانچواں ایڈیشن)



از افادات

حاجی الحرمین

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی مدظلہ العالی

مجتہد العصر لکھنؤ

قیمت ۱۳ پیسے

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور

کی اٹھارہویں تبلیغی خدمت فرزندِ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ قربانگاہِ حق و صداقت کا شہیدِ اعظم کربلا کے ہیرو، سرکارِ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے انقلاب آفرین حالات زندگی پر مشتمل یہ مختصر مگر جامع رسالہ بصد فخر پانچویں بار نذرِ ناظرین ہے۔

واقعہ کربلا سے کون واقف نہیں۔ یہی وہ علم و عرفان پھیلانے والی مقدس کہانی ہے جو "قرآن شریف" کے بعد سب سے زیادہ کہی اور سنی جاتی ہے مگر اسکی دلچسپی اور ذوقِ سماعت میں کمی نہیں ہوتی۔ جس طرح خوشبو کا بار بار استعمال ذوقِ لطیف پر بار نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ افسانۂ سوز و گداز ہر بار قلبِ سلیم اور پاکیزہ روح میں اک نئی تڑپ پیدا کر کے حقیقی زندگی کے تصوّر سے روشناس کرتا ہے۔

جنت کے سردار پاک امام کا تذکرہ جو حوادثِ عالم کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ اس پر سرکار سید العلماء مولانا سیّد علی نقی النقوی ایسے نباضِ زمانہ کا اندازِ نگارش، نقطۂ نگاہ کا مجتہدانہ سلجھاؤ، لکھنؤ کی ٹکسالی زبان اور سوز و گداز کی مرقع کشی، ہمدردانہ آنسوؤں کا سنبھالنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ بس یہی اس رسالہ کی مقبولیت کے عناصر ہیں اور جامعیت کے ساتھ اختصار اسکا کمال ہے،

ہر ایک ہمدردِ انسانیت کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس قلیل القیمت مگر کثیر المنافع رسالہ کی توسیع اشاعت میں امکان بھر کوشش فرمائیں جو ایک طرف اراکین امامیہ مشن کیلئے باعث حوصلہ افزائی ہوگا۔ دوسری طرف نوعِ انسانی کی خدمت کا مقدس فریضہ ادا ہوگا جو یقیناً خوشنودیٔ خدا کا باعث ہوگا۔

والسّلام

جنوری ۱۹۶۱ء

جنرل سکرٹری امامیہ مشن پاکستان، اردو بازار لاہور ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انسانی زندگی کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا پڑتا ہے۔ ایک طرف اسے اپنے انسانیت کے بلند خدوخال کو قائم رکھنے کے لئے خود اپنی نفسانی خواہشوں، حیوانی جذبوں اور جسمانی تقاضوں سے عقل کی رہنمائی اور فرض شناسی کے اصول کی پابندیوں کی خاطر جنگ کرنا پڑتی ہے۔ دوسری طرف سچائی کے راستے میں جو بیرونی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں انکے مقابلے کی ضرورت ہے۔ ماحول، رفتار زمانہ، ظلم اور تشدد کی طاقتیں اس کو اکثر راستے سے ہٹا دینے میں سیلاب کے بہاؤ اور آندھیوں کے تیز جھکڑوں اور طوفان کے سخت تھپیڑوں سے دوچار کر دیتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر سختی کے ساتھ سچائی کے راستے پر قائم رہنا جان پر کھیل جانا اور اصول سے بال بھر نہ ہٹنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ لفظی طور پر ثابت قدمی، استقلال، ضبط، صبر اور تحمل کے الفاظ اخلاق کی کتابوں اور حکیموں کی نصیحتوں میں بہت مل جائیں گے۔ مگر مشکل منزلوں میں اور دشوار راستوں میں انسان کا قدم آگے بڑھانے، حوصلہ کو قائم رکھنے اور ڈگمگاتے ہوئے پیروں میں استقلال پیدا کرنے کے لئے ایک عملی نمونے کی ضرورت ہے۔ ایک ایسے رہنما کی حاجت ہے جو ایسی سخت سے سخت منزلوں کو طے کئے ہوئے اسکی آزمائش کی کڑیوں کو جھیلے ہوئے مشکلات کی گھاٹیوں اور ناہموار راہوں کو روندے ہوئے کامیابی کی سب سے اونچی چوٹی پر کھڑا ہو اور دنیا کو آواز دے رہا ہو کہ "آؤ اور میرے نقش قدم پر چل کر سچائی، حقانیت اور صبر و استقلال کی اس معراج کو حاصل کرو"۔ یہ ہیں شہید کربلا حسینؑ ابن علیؑ جن کے حالات کا ایک مختصر خاکہ اس رسالہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

نام و نسب حضرت ابو عبد اللہ الحسین جو آلِ رسولؐ میں سے تیسرے امام ہیں پیغمبر خدا

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور حضرت امیر المومنین علیؑ ابن طالبؑ کے چھوٹے صاحبزادے تھے آپکی والدہ گرامی حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ باعزت بیٹی تھیں جنکی تعظیم کو حضرت کھڑے ہوتے تھے جن کو تمام مسلمان حضرت سیدہ اور معصومہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور جنہیں مسلمان گھروں میں حضرت بی بی کے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انکا نام حضرت فاطمہ زہراؑ تھا اور رسولؐ نے سیدہ زنان عالم کا انہیں خطاب دیا تھا ایسے باپ اور ماں کے بیٹے اور ایسے نانا کے نواسے حسینؑ تھے جنہیں روحانی کمالات اپنے نانا، باپ اور ماں سے میراث میں ملے تھے۔

ولادت: ہجرت کے چوتھے سال تیسری شعبان پنجشنبہ کے دن امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اس خوشخبری کو سن کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ بیٹے کو گود میں لیا، پیار کیا، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنی زبان منہ میں دے دی۔ پیغمبر کا مقدس لعاب دہن حسینؑ کی غذا بنا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا گیا۔ آپکی پیدائش سے تمام خاندان میں خوشی اور مسرت محسوس کی جاتی تھی۔ مگر آنے والے حالات کا علم پیغمبرؐ کی آنکھوں میں آنسو برساتا تھا اور اسی وقت سے حسینؑ کے مصائب کا چرچا اہل بیت رسولؐ کی زبانوں پر آنے لگا۔

نشو و نما: پیغمبر اسلامؐ کی گود جو اسلام کی تربیت کا گہوارہ تھی اب ان دو بچوں کی پرورش میں مصروف ہوئی۔ ایک حسنؑ دوسرے حسینؑ اور اس طرح ان دونوں کا اور اسلام کا ایک ہی گہوارہ تھا جن میں دونوں پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک طرف پیغمبر اسلام جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی۔ اور دوسری طرف حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی کے خریدار بن چکے تھے تیسری طرف

حضرت فاطمہ زہراؑ جو خواتین کے طبقہ میں پیغمبرؐ کی رسالت کا عملی طور پر پہنچانے ہی کے لئے قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں اس نورانی ماحول میں حسینؑ کی پرورش ہوئی۔

رسولؐ کی محبت۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ انتہائی محبت فرماتے تھے۔ سینہ پر بٹھاتے تھے، کندھوں پر چڑھاتے تھے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے تھے کہ ان سے محبت رکھو مگر چھوٹے نواسے کے ساتھ آپ کی محبت کے انداز کچھ امتیازِ خاص رکھتے تھے۔ ایسا ہوا کہ نماز میں سجدہ کی حالت میں حسینؑ پشتِ مبارک پر آگئے تو سجدہ میں طول دیا۔ یہانتک کہ بچہ خود سے بہ خوشی پشت پر سے علیحدہ ہو گیا۔ اس وقت سر سجدے سے اٹھایا۔ کبھی خطبہ پڑھتے ہوتے اور حسینؑ مسجد کے دروازے سے داخل ہونے لگے اور زمین پر گر گئے۔ تو رسولؐ نے اپنا خطبہ قطع کر دیا اور منبر سے اتر کر بچے کو زمین سے اٹھایا۔ اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ "دیکھو یہ حسینؑ ہے اسے خوب پہچان لو اور اسکی فضیلت کو یاد رکھو"۔ رسولؐ نے حسینؑ کیلئے یہ الفاظ بھی خاص طور پر فرمائے تھے کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں" مستقبل نے بتا دیا کہ رسولؐ کا مطلب یہ تھا کہ میرا نام اور میرا اسلام دنیا میں حسینؑ کی بدولت قائم رہیگا"۔

رسولؐ کی وفات کے بعد۔ امام حسینؑ کی عمر ابھی چھ سال کی تھی جب انتہائی محبت کرنے والے نانا کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب پچیس برس تک حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خانہ نشینی کا دور رہے۔ اس زمانہ کے طرح طرح کے ناگوار حالات امام حسینؑ دیکھتے رہے اور اپنے والد بزرگوار کی سیرت کا بھی مطالعہ فرماتے رہے۔ یہ ہی وہ دور تھا جس میں آپ نے جوانی کی حدود میں قدم رکھا اور پھر پورے شباب کی منزلوں کو طے کیا۔ ۳۵ھ میں جب حسینؑ کی عمر ۳۱ برس کی تھی عام مسلمانوں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ

کو بحیثیت خلیفۂ اسلام تسلیم کیا۔ یہ امیر المومنینؑ کی زندگی کے آخری پانچ سال تھے جنہیں جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیاں ہوئیں۔ اور امام حسینؑ ان میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی نصرت اور حمایت میں شریک ہوتے اور شجاعت کے جوہر بھی دکھائے۔ ۴۰ھ میں جناب امیر علیہ السلام مسجد کوفہ میں شہید ہوتے اور اب امامت و خلافت کی ذمہ داریاں امام حسن علیہ السلام کے سپرد ہوئیں جو حضرت امام حسینؑ کے بڑے بھائی تھے۔ حسینؑ نے ایک باوفا اور اطاعت شعار بھائی کی طرح حسنؑ کا ساتھ دیا اور جب امام حسن علیہ السلام نے ایسے شرائط کے ماتحت جن میں اسلامی مفاد محفوظ رہ سکے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو امام حسین علیہ السلام بھی اس مصالحت پر راضی ہو گئے اور خاموشی سے زندگی گذارنے لگے۔ دس برس تک امام حسن علیہ السلام کی زندگی میں اور دس برس تک امام حسن علیہ السلام کے بعد آپ خاموشی اور گوشہ نشینی کے ساتھ عبادت اور شریعت کی تعلیم و اشاعت میں مصروف رہے مگر معاویہ نے ان شرائط کو جو امام حسنؑ کے ساتھ ہوئے تھے بالکل پورا نہ کیا۔ خود امام حسن علیہ السلام کو امیر شام کی سازش ہی سے زہر دیا گیا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے شیعوں کو چن چن کے قید کیا گیا۔ سر قلم کئے گئے اور سولی پر چڑھایا گیا۔ اور سب سے آخر میں اس شرط کے بالکل خلاف کہ "معاویہ کو اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر کرنے کا حق نہ ہوگا۔" معاویہ نے یزید کو اپنے بعد کے لئے ولی عہد بنا دیا اور تمام مسلمانوں سے اس کی بیعت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اور زور زر دونوں طاقتوں کو کام میں لا کر دنیائے اسلام کے بڑے حصے کا سر جھکوا دیا گیا۔

اخلاق و اوصاف۔ امام حسین علیہ السلام سلسلۂ امامت کے تیسرے فرد تھے عصمت و طہارت کا مجسمہ تھے۔ آپ کی عبادت، آپ کے زہد، آپ کی سخاوت

اور آپ کے کمالِ اخلاق کے دوست و دشمن سب ہی قائل تھے۔ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور اکثر روزے رکھتے تھے۔ پچیس حج آپ نے پاپیادہ کئے۔ آپ میں سخاوت و شجاعت کی صفت کو خود رسول اللہؐ نے بچپنے میں ایسا نمایاں پایا کہ فرمایا۔ "حسینؑ میری سخاوت اور میری جرأت ہے"۔ چنانچہ آپ کے دروازے پر مسافروں اور حاجتمندوں کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا اور کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپکا لقب "ابوالمساکین" ہو گیا تھا۔ راتوں کو روٹیوں اور کھجوروں کے پشتارے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور غریب، محتاج، بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے۔ جن کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے تھے۔ حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "جب کسی صاحبِ ضرورت نے تمہارے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلا دیا تو گویا اس نے اپنی عزت تمہارے ہاتھ بیچ ڈالی۔ اب تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اسے خالی ہاتھ واپس نہ کرو، کم سے کم اپنی ہی عزتِ نفس کا خیال کرو"۔

غلاموں اور کنیزوں کیساتھ آپ عزیزوں کا سا برتاؤ کرتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر آپ انہیں آزاد کر دیتے تھے۔ آپؑ کے علمی کمالات کے سامنے دنیا کا سر جھکا ہوا تھا۔ مذہبی مسائل اور اہم مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کی جاتی تھی۔ آپ کی دعاؤں کا ایک مجموعہ صحیفۂ حسینیہ کے نام سے اس وقت بھی موجود ہے۔ آپ حمل ایسے تھے کہ دشمنوں پر بھی وقت آنے پر رحم کھاتے تھے اور ایثار ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کو نظرانداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔ ان تمام بلند صفات کے ساتھ متواضع اور منکسر ایسے تھے کہ راستے میں چند مساکین بیٹھے ہوئے اپنے بھیک کے ٹکڑے کھا رہے تھے اور آپ کو پکار کر کھانے میں شرکت کی دعوت دی تو حضرت فوراً زمین پر بیٹھ گئے۔ اگرچہ کھانے میں

شرکت نہیں فرمائی۔ اس بناء پر کہ صدقہ آلِ محمدؐ پر حرام ہے۔ مگر ان کے پاس بیٹھنے میں کوئی عذر نہ ہوا۔

اس خاکساری کے باوجود آپ کی بلندیٔ مرتبہ کا یہ اثر تھا کہ جس مجمع میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے لوگ نگاہ اٹھا کر بات نہیں کرتے تھے جو لوگ آپکے خاندان کے مخالف تھے وہ بھی آپکی بلندیٔ مرتبہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے امیر شام معاویہ کو ایک سخت خط لکھا جس میں انکے اعمال و افعال اور سیاسی حرکات پر نکتہ چینی کی تھی۔ اس خط کو پڑھ کر معاویہ کو بڑی تکلیف محسوس ہوئی۔ پاس بیٹھنے والے خوشامدیوں نے کہا کہ آپ بھی اتنا ہی سخت خط لکھئے۔ معاویہ نے کہا میں جو کچھ لکھوں اگر وہ غلط ہو تو اس سے کوئی نتیجہ نہیں اور اگر صحیح لکھنا چاہوں تو بخدا حسینؑ میں مجھے ڈھونڈ سے کوئی عیب نہیں ملتا۔

آپکی اخلاقی جرأت، راستبازی اور راست کرداری، قوتِ اقدام، جوش عمل اور ثبات و استقلال، صبر و برداشت کی تصویریں کربلا کے مرقع میں محفوظ ہیں۔ اس سب صفات کے ساتھ آپ کی امن پسندی یہ تھی کہ آخر وقت تک دشمن سے صلح کرنے کی کوشش جاری رکھی مگر عزم وہ تھا کہ جان دے دی جو صحیح راستہ پہلے دن اختیار کرلیا تھا۔ اس سے ایک انچ نہ ہٹے۔ انہوں نے بحیثیت ایک فرزند کے باپ کی اطاعت کی اور چھوٹے بھائی ہو کر بھائی کی اطاعت کی اور پھر بحیثیت ایک سردار کے کربلا میں ایک پوری جماعت کی قیادت کی۔ اس طرح کہ اپنے وقت میں نہ اطاعت بھی بے مثل اور دوسرے وقت میں یہ قیادت بھی لاجواب تھی۔

واقعہ کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام سے امیر شام معاویہ ابن ابوسفیان کی

جو صلح ہوئی تھی اس کی ایک خاص اہم شرط یہ تھی کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی جانشین کے مقرر کرنے کا حق نہ ہوگا۔ مگر سب شرطوں کو عملی طور سے پائمال کرتے ہوئے معاویہ نے اس شرط کی بھی نہایت شدت کے ساتھ مخالفت کی اور اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد کیلئے نامزد کیا بلکہ اپنی زندگی ہی میں ممالک اسلامیہ کا دورہ کر کے بحیثیت آئندہ خلیفہ کے یزید کی بیعت حاصل کر لی۔ اسوقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیعت سے انکار فرما دیا۔ امیر شام نے آپکو موافق بنانے میں ہر طرح کوشش کی مگر نتیجہ میں ناکامیابی ہوئی۔ یزید نہ صرف یہ کہ اصولی طور پر اس کی خلافت ناجائز تھی بلکہ اپنے اوصاف، اخلاق اور کردار کے لحاظ سے اتنا پست تھا کہ تختِ سلطنت پر اسکا برقرار ہونا اسلامی شریعت کیلئے سخت خطرہ کا باعث تھا۔ وہ شراب خور، بدکار اور ایسے اخلاقی جرائم کا مرتکب تھا جنکا ذکر کرنا بھی تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت لینے پر مصر تھا۔ گویا وہ اپنے خلافِ شریعت افعال کی صحت کے لئے پیغمبرِ اسلامؐ کے نواسے سے سند حاصل کرنا چاہتا تھا۔

معاویہ کے مرنے کے بعد جب یزید تخت پر بیٹھا تو سب سے پہلی فکر اسکو یہی ہوئی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت حاصل کی جائے۔ اس نے اپنے گورنر کو جو مدینہ میں تھا۔ معاویہ کی خبرِ انتقال کیساتھ بیعت کیلئے بھی لکھا۔ ولید نے جو مدینہ کا گورنر تھا۔ امام حسین علیہ السلام کو بلا کر یزید کا پیغام پہنچایا۔ آپ پہلے ہی سے یہ طے کئے ہوئے تھے کہ یزید کی بیعت آپ کیلئے ہرگز ممکن نہیں ہے۔ بیعت نہ کرنیکی صورت میں جو نتائج ہوں گے انہیں بھی خوب جانتے تھے۔ مگر دینِ خدا کی حفاظت اور شریعتِ اسلام کی خاطر آپ کو سب گوارا تھا۔ آپ ولید کو مناسب جواب دے کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ مدینہ میں قیام اس کے بعد

نامناسب خیال فرما کر ہجرت کا مضبوط ارادہ کر لیا۔

۶۰ھ رجب کا مہینہ ۲۸ تاریخ تھی۔ جب حضرت نے اپنے نانا کے جوار کو چھوڑ کر ظالموں کے جور و ستم سے سفر غربت اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔ مکہ معظمہ عرب کے بین الاقوامی قانون اور پھر اسلامی تعلیمات کی رو سے جائے پناہ اور امن و امان کی جگہ تھی۔ آپ نے مکہ میں ایک پناہ گزین کی حیثیت سے قیام فرمایا۔ آپ کے ساتھ آپ کے قریبی عزیز تھے جن میں خاندان رسولؐ کی محترم بیبیاں اور کم سن بچے بھی تھے۔ آپ اپنی طرف سے کسی خونریزی اور جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ حج کا زمانہ بھی قریب تھا اور حضرت کی دلی تمنا تھی کہ اس سال خانہ کعبہ کا حج ضرور فرمائیں جبکہ آپ مکہ ہی میں موجود ہیں۔ مگر اسباب ایسے پیدا ہوئے کہ وہ بزرگوار جو اس سے پہلے پچیس حج خانۂ کعبہ کے اپنے وطن مدینہ سے آکر پا پیادہ بجا لا چکا تھا اس وقت مکہ میں موجود ہونے پر بھی حج کرنے سے مجبور ہو گیا۔ ظالم حکومت شام کی طرف سے کچھ لوگ حاجیوں کے لباس میں بھیجے گئے کہ وہ جس حالت میں بھی موقع ملے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خانۂ کعبہ کے پاس ہی قتل کر ڈالیں۔

حضرت نہ چاہتے تھے کہ آپکی وجہ سے مکہ کے اندر خونریزی ہو اور خانہ کعبہ کی حرمت برباد ہو۔ دو روز حج کو باقی تھے جب آپ تمام اہل و عیال اور اعزّہ کیساتھ مکہ معظمہ سے روانہ ہو گئے اب کہاں جاتے۔ کوفہ کے لوگ برابر خطوط بھیج رہے تھے کہ آپ یہاں تشریف لائیں اور ہماری مذہبی رہنمائی فرمائیں جبکہ آپ مکہ سے نکلنے پر مجبور ہو چکے تھے تو اب کوفہ ہی وہ مقام ہو سکتا تھا جس کی طرف آپ رخ کرتے۔ یہاں کے حالات کو دیکھنے کیلئے آپ اپنے چچازاد بھائی جناب مسلم بن عقیلؑ کو بھیج چکے تھے ۸ ذی الحجہ کو حضرت مکہ معظمہ سے کوفہ کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ مگر یہی وہ وقت تھا جب کوفہ میں انقلاب

ہو چکا تھا۔ شروع میں تو کوفہ کے لوگوں نے حضرت مسلمؑ کا خیر مقدم کیا اور اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی مگر جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاکمِ کوفہ نعمان ابنِ بشیر کو معزول کیا اور ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔

یہ شخص بڑا ہی ظالم اور تشدّد پسند تھا۔ اس نے کوفہ میں آکر بڑے سخت احکام نافذ کئے اور تمام اہلِ کوفہ پر خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ سب نے جناب مسلمؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور آخر تن تنہا ہزاروں کا مقابلہ کرنے کے بعد بڑی مظلومی اور بیکسی کیساتھ ۹ ذی الحجہ کو وہ شہید کر ڈالے گئے۔ حضرت امام حسینؑ عراق کے راستے میں منزل زبالہ پر تھے۔ جب حضرت کو مسلمؑ کی خبر شہادت معلوم ہوتی۔ اسکا حضرت پر بڑا اثر پڑا۔ مگر عزم و استقلال میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا۔ واپسی کا بھی کوئی موقعہ نہ تھا۔ سفر جاری رہا۔ یہاں تک ذو حسم کی منزل میں ابنِ زیاد کی فوج میں سے ایک ہزار کا لشکر حُر ابن یزید ریاحی کی سرداری میں آپ کا راستہ روکنے کیلئے پہنچ گیا۔ یہ دشمن کی فوج تھی مگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کیساتھ رحم و کرم کا وہ مظاہرہ فرمایا جو دنیائے انسانیت میں یادگار رہیگا۔ تمام فوج کو پیاسا دیکھ کر جتنا پانی ساتھ تھا سب پلا دیا۔ اور ان بے آب راستوں میں اپنے اہلِ حرم اور بچوں کی پیاس کے لحاظ سے پانی کا کوئی ذخیرہ محفوظ نہ رکھا۔ اس کے بعد بھی یزیدی فوج نے اپنے حاکم کی ہدایت کے موافق آپ کے ساتھ تشدد اختیار کیا۔ آپ کو آگے بڑھنے یا واپس جانے سے روک دیا۔ اب سنہ ۶۱ھ کا پہلا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ دوسری محرم کو حضرت کربلا کی زمین پر پہنچے اور یہیں اترنے پر مجبور ہو گئے۔ دوسرے دن سے یزید کا ٹڈی دل لشکر کربلا کے میدان میں آنا شروع ہو گیا۔ اور تمام راستے بند کر دئیے گئے۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ صرف

بہتّر جانباز تھے اور ادھر ہزاروں کا لشکر۔

سات دن تک امن قائم رکھنے کیلئے صلح کی کوشش ہوتی رہی۔ حضرت یہاں تک تیار ہوئے کہ عرب کا ملک چھوڑ دیں۔ کسی دور دراز سرزمین پر چلے جائیں اور اس طرح اپنے کو بیعتِ یزید سے الگ رکھتے ہوئے بھی ایسی صورت پیدا کر دیں کہ جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے مگر نویں محرم کی سہ پہر کو صلح کے امکانات ختم ہو گئے۔ ابنِ زیاد کے اس خط سے جو شمر کے ہاتھ عمرِ سعد کے پاس بھیجا گیا اس میں لکھا تھا کہ یا حسینؑ غیر مشروط طور پر اطاعت قبول کریں یا ان سے جنگ کی جائے۔ اس خط کے پہنچتے ہی یزیدی فوج نے حملہ کر دیا۔

باوجودیکہ ساتویں سے پانی بند ہو چکا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے سامنے انکے اہل حرم اور چھوٹے بچوں کی بے تابی کے مناظر العطش کی صدائیں اور مستقبل کے حالات سب ہی کچھ تھے مگر یزید کی بیعت اب بھی اسی طرح غیر ممکن تھی جسطرح اس سے پہلے۔ بیشک آپ نے یہ چاہا کہ ایک رات کی مہلت مل جائے۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ پوری رات آخری طور پر عبادتِ خدا میں بسر کریں اس کے علاوہ دوست و دشمن دونوں کو جنگ کا قطعی فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنے اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کا موقع مل جائے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے تقریر بھی فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔ "کل قربانی کا دن ہے۔ ان ظالموں کو مجھ سے دشمنی ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ تم لوگ بھی اپنی زندگی کو میرے ساتھ خطرے میں ڈالو۔ میں تم سے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں اس رات کے پردے میں جدھر چاہو چلے جاؤ۔" مگر ان جانبازوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ "ہم آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"

عاشورہ کی رات ختم ہوئی۔ دسویں محرم کی صبح سے عصر تک کی مدت میں ان بہادروں نے جو کچھ کہا تھا اسے کر کے دکھایا۔ اس وفاداری، استقلال اور بہادری کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں دشمنوں سے مقابلہ کیا جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔ ان میں حبیب ابنِ مظاہر، مسلم ابن عوسجہ، سوید ابن عمرو، انس بن حارث اور عبدالرحمٰن ابن عبدربّ ایسے ساٹھ ستّر اور اسّی برس کے بڈھے تھے اور متعدد اصحاب رسولؐ بھی تھے۔ بریر ہمدانی، کنانہ ابن عتیق تغلبی، نافع ابن ہلال، حنظلہ ابن اسعد ایسے حفاظ قرآن تھے۔ اور بہت سے علماء اور راویان حدیث بہت سے عابد اور شب زندہ دار تھے اور بہت سے ایسے شجاعانِ روزگار تھے جن کی شجاعت کے کارنامے لوگوں کی زبان پر تھے۔

جب مددگاروں میں کوئی باقی نہ رہا تو عزیزوں کی نوبت آئی۔ سب سے پہلے حضرت نے جوان بیٹے علی اکبرؑ کو جو شبیہہ پیغمبرؐ بھی تھے مرنے کیلئے بھیج دیا۔ علی اکبرؑ نے جہاد کر کے اپنی جان دینِ خدا پر نثار کی امام حسین علیہ السلام کو شبیہہ رسولؐ کی جدائی کا صدمہ تو بہت ہوا مگر عمل کے راستے میں آپ کی ہمت کے حوصلے اور ولولے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ عقیلؑ کی اولاد عبداللہؑ ابن جعفر کے فرزند ایک ایک کر کے رخصت ہوئے۔ امام حسن علیہ السلام کے یتیم قاسمؑ کی جدائی آپکو بہت شاق ہوئی مگر اپنے بزرگ مرتبہ بھائی کی وصیّت کو پورا کرتے ہوئے قاسمؑ کو بھی رخصت کر دیا۔

سب کے آخر میں فرزندان امیر المومنین علیہ السلام میدان جہاد میں گئے۔ جب کوئی نہ رہا تو علمدار کی باری آگئی۔ قمر بنی ہاشم ابو الفضل العباسؑ کو حضرت کسی طرح اجازتِ جہاد نہ دیتے تھے۔ کیونکہ ان کے کاندھوں پر اسلام کا عَلَم لہرا رہا تھا۔ مگر آخر

ایک طرف بچوں کی پیاس، دوسری طرف جوشِ جہاد، عباس پانی لینے کے لئے ایک مشک اپنے ساتھ لے کر فرات کی جانب متوجہ ہوئے انہوں نے علم کی حفاظت بھی کی، دشمنوں سے مقابلہ بھی کیا، فوج کو ہٹا کر نہر کا راستہ بھی صاف کیا اور مشک میں پانی بھی بھر لیا مگر افسوس کہ یہ پانی خیام حسینی تک پہنچنے نہیں پایا تھا کہ بہادر علمدار کے شانے قلم ہوئے۔ مشک تیر سے چھدی اور پانی زمین پر بہا۔ عباس کی قوت ختم ہو گئی۔ گرز کے صدمہ سے زمین کی طرف جھکے اور علم عباسؑ کے ساتھ زمین پر آگیا۔ حسینؑ کی کمر شکستہ ہو گئی، پشت جھک گئی، مگر ہمت پھر بھی نہیں ٹوٹی۔ اب جہاد کے میدان میں حسینؑ کے سوا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ مگر فہرستِ شہداء میں ابھی ایک بےمثال مجاہد کا نام باقی تھا۔ جس کا جواب قربانی کی تاریخ میں نہ پہلے نظر آیا نہ بعد میں نظر آسکتا ہے یہ چھ مہینے کا بچہ علی اصغرؑ تھا۔ جو گہوارہ میں پیاس سے جان بلب تھا۔ حسینؑ در خیمہ پر تشریف لائے اور اس بچہ کو طلب فرمایا۔ بچے کی عطش اور اس کی حالت کا مشاہدہ فرمایا۔ یقیناً یہ منظر ہر حساس انسان کو متاثر کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر کیسے بے رحم تھے وہ سخت دل فوجِ شام کے سپاہی جنہوں نے حسینؑ کے ہاتھوں پر اس معصوم بچے کو دیکھ کر بجائے اس کے کہ رحم کھاتے بچے کو ایک قطرۂ آب سے سیراب کرتے ظلم اور شقاوت کا مظاہرہ انتہائی حد تک پہنچا دیا۔ سخت دل حرملہ کا تیر اور بچہ کا نازک گلا۔

امام حسینؑ نے یہ آخری ہدیہ بھی بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیا تو خود بہ نفسِ نفیس میدانِ جہاد میں قدم رکھا اور باوجود اس بیکسی اور شکستگی کے جب کہ یقیناً تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے۔ دن بھر اصحاب و اعزہ کی لاشیں اٹھائی تھیں۔ اور